علم منطق ــــــ ایک جائزہ

(۶)

مولانا بدرالزماں نیپالی ــــــ مرکزی دارالعلوم بنارس

مدرسۂ اسکندریہ فلسفیہ | نو فلاطونیت کے گڑھ اسکندریہ سے جب اس کا خاتمہ ہو گیا تو ایک نئے طرز فکر نے جنم لیا۔ اور آہستہ آہستہ نو فلاطونیت کے مسند پر قابض ہو گئی، جسے ہم مدرسۃ الاسکندریۃ الفلسفیۃ، کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عام مؤرخین اسے نو فلاطونیت سے الگ نہیں مانتے، بلکہ دونوں کو ایک ہی تحریک تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کو ایک دوسرے فکر کی پیداوار سمجھنا زیادہ مناسب ہے ہاں اس مکتب فکر کو نو فلاطونیت سے یک گونہ الفت ضرور تھی۔ لیکن اس کے اصول نو فلاطونیت کی طرح مسیحیت سے ٹکرانے والے نہیں تھے اسی لئے عیسائیوں نے اس کو باقی رکھنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔

اس فلسفیانہ مدرسہ کے تین بڑے مبلغ گذرے ہیں۔ اوّل ہرمس اسکندری دوم یحییٰ نحوی اور سوم اصطفن اسکندری، ان میں یحییٰ نحوی کو سب سے زیادہ ناموری حاصل ہوئی۔ غالباً اس مدرسہ میں صرف یحییٰ نحوی نے اور پھر اصطفن اسکندری نے منطق پر کچھ کام کیا ہے۔ بقیہ لوگوں نے تعلیم وتدریس کے سوا منطق پر کوئی خاص توجہ نہیں دی، ان دونوں نے منطق ارسطو کے بعض بعض حصوں کی بڑی اچھی شرح کی ہے۔ یحییٰ نحوی نے منطق ارسطو کی شرح اور فرفوریوس صوری کی ایساغوجی کی شرح لکھنے کے ساتھ ہی چھ مقالوں پر مشتمل ارسطو پر بہت سے

اعتراضات بھی کئے ہیں۔[۴۱] یحییٰ نحوی کی طرح اصطفن اسکندری نے بھی منطق ارسطو کے بعض حصوں کی شرح لکھی ہے۔ بہرحال اس اسکول نے بھی اپنے نظریات کے مطابق منطق ارسطو کی شرح پیش کی، یہ فتح اسکندریہ کے کچھ ہی دنوں پہلے کی بات ہے۔

اس طرح اگر ان شروح کا ایک سرسری جائزہ لیں تو ہمیں تین قسم کی شرحیں نظر آئیں گی:

۱۔ مشائین کی شرحیں: یہ ارسطوی نظریات کی ترجمانی، تمام شرحوں سے زیادہ صحیح انداز میں کرتی ہیں کیونکہ اس قسم کے شارحین نے ارسطو کے نقطۂ نظر کو بالکل قریب سے دیکھا تھا اور صرف اسی کے فکر کے تابع تھے۔

۲۔ نوفلاطونیین کی شرحیں: یہ لوگ چونکہ ارسطو اور افلاطون کے نظریات کے مابین ایک توجیہی راہ کے متلاشی تھے۔ اس لئے ان کی شرحیں ارسطو کے خیالات کو پوری آزادی کے ساتھ بیان کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں گی، لہٰذا صحت ترجمانی میں یہ شرحیں مشائی شرحوں کو نہیں پا سکتیں۔

۳۔ مدرسۂ اسکندریہ فلسفیہ کی شرحیں: عیسائیت پر کامل ایمان لانے کے بعد کی شرحیں جو عیسائیت کی ستم رسانی کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہوں۔ آزادانہ اور بے باکانہ تفسیریں نہیں ہو سکتیں۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ منطق و فلسفہ کو حرام قرار دے دیا گیا ہو اور جب شارح، مذہب کا تابع ہو تو شعوری طور پر ایسی شرحوں کا مذہب کے تابع بن جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

جس طرح بہت سے مناطقہ نے ارسطوی منطق کی شرح کسی خاص منطقیانہ ادارے سے شائع کیا اسی طرح بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے کسی خاص منطقیانہ اور فلسفیانہ مرکز فکر سے اپنی شرحوں یا منطق ارسطو کے بعض حصوں کا جدید ایڈیشن اپنی تفسیر اور توضیح کے ساتھ شائع کیا۔

چنانچہ جالینوس (جو اسکندر افرودیسی کا ہم عصر ہے اس کو اسکندر کا بڑا اسروالا ہونے کی

وجہ سے رأس البغل کہتا تھا) نے منطق ارسطو کے ایک جز و باری آرمینیاس (عبارہ) کی شرح کے علاوہ، علم البرہان میں بھی کوئی کتاب لکھی، چنانچہ قفطی لکھتے ہیں " مؤلف الکتب الجلیلۃ فی صناعۃ الطب وغیرھا من علم الطبیعۃ وعلم البرھان[۴۸] " کہ جالینوس طب کے علاوہ علم طبیعہ اور علم برہان کے اندر بڑی اچھی اچھی کتابوں کا مؤلف ہے۔

چھٹی صدی عیسوی میں روم کی علمی حالت کو کلیمنٹ، سی، جے، وپ نے اپنی تاریخ فلسفہ میں بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے اسے ہم آگے نقل کر رہے ہیں۔

" آگسٹائن " کی موت کے بعد والی صدی میں روم وحشی اقوام کے سرداروں کے ہاتھ میں آگیا تھا، ان سرداروں میں کیسوڈرس " اور " بوتھیس " کو جو بڑے ہی اچھے عالم تھے، اپنا وزیر بنا لیا۔ انھوں نے قدیم علوم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ محسوس کر لیا۔ چنانچہ " کیسوڈرس " نے وزارت سے مستعفی ہو کر ۵۴۰ء میں ایک مرکز کی بنیاد ڈالی۔ جہاں ایک بڑے کتب خانہ کا انتظام کیا، لوگ یہاں مطالعہ میں اپنے اکثر اوقات بطور فریضہ صرف کرتے تھے۔ اس مرکز علمی کے بعد بہت سی خانقاہوں کی بنیاد پڑی اور یہی علوم قدیمہ کی حفاظت کا ذریعہ ہوئے، " کیسوڈرس " نے ایک رسالہ تحریر کیا جس کا ایک جز و منطق پر بھی تھا۔ یہ رسالہ قواعد صرف و نحو، منطق و انشاء، حساب و ہندسہ اور نجوم و موسیقی فنون سبعہ پر تھا، اول کے تین ابتدائی اور آخر کے چار انتہائی علوم سمجھے جاتے تھے۔

" بوتھیس " نے گو وزارت سے استعفیٰ نہ دیا لیکن اخیر عمر میں اس سے وزارت چھین لی گئی اور سارے اعزازات خاک میں ملا دیئے گئے اور اسے حبس دوام کی زندگی گذارنی پڑی۔ اس دوران اس نے بے شمار کتابوں کا ترجمہ اور تالیف کی، لیکن کوئی کتاب بھی رواج نہ پاسکی۔ ہاں صرف ارسطو کی منطق کا جو ترجمہ اور اس پر حاشیہ اس نے لگایا اس سے جدید یورپ کے آباؤ اجداد کو اچھا خاصا فائدہ پہنچا۔ اس نے فلاطینوس کے دوست پارفری (جو چوتھی صدی کے وسط میں گذرا ہے) کی ایک مختصر سی کتاب (جسے بالفاظ صحیح منطق کا

مقدمہ کہا جانا چاہیے) کا ترجمہ کیا۔ اس کتاب میں محمولات خمسہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور (غالباً اسی کتاب کی) شرح بھی لکھی [۳۹] گویا اس دور میں منطق کو بڑی اچھی کامیابی حاصل تھی۔

قیاصرۂ روم کو فتح یونان سے پہلے علوم و معارف سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ اپنا سب کچھ اسلحہ کو سمجھتے تھے۔ لیکن جب یونان فتح ہوا تو انھیں، مفتوحین کی علمی صلاحیتوں اور منطقی استدلالات کو دیکھ کر رشک آیا، دھیرے دھیرے رومیوں نے بھی اس طرف توجہ دینی شروع کی۔ آخر قیاصرۂ روم کو بھی ان فنون کو اپنے یہاں رواج دینے اور اپنے نوجوانوں کی قابلیتوں کو علم کی روشنی میں لانے کا شوق پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں انھوں نے فلسفہ و منطق وغیرہ علوم عقلیہ کی بڑی خدمت کی۔ لیکن جس وقت روم کا سرکاری مذہب مسیحیت قرار پایا۔ ساری توجہات بے توجہی سے، اشتیاق نفرت سے، اور شفقت بے رحمی سے بدل گئی، ۵۲۹ء میں قیصر جسٹنیان نے تو یہاں تک آرڈر دے دیا کہ روم و یونان کے جتنے منطقیانہ اور فلسفیانہ ادارے چل رہے ہوں ان کو بند کردیا جائے اور ان پر وقف شدہ جائدادوں کو حکومت کی تحویل میں کرلیا جائے، اس حکم کے بعد تمام فلسفیانہ مدارس کا خاتمہ ہوگیا، ہاں کچھ تحریکیں اپنی حکمت عملی کی بنا پر کسی طرح رواج پذیر رہیں۔ [۴۰]

مدارس انطاکیہ وحران ورہاو نصیبین	مدرسۂ اسکندریہ کے بعد جن مدارس نے منطق کی ترویج واشاعت کی ذمہ داری سنبھالی وہ انطاکیہ، حران، رہا اور نصیبین کے مدرسے

تھے جن پر صابئہ، یعاقبہ اور نساطرہ وغیرہ کا تسلط تھا، ان اسکولوں کے ذریعہ منطق و فلسفہ کی صدائیں مشرقی ممالک کے اندر پہنچتی تھیں۔ اہل عرب اسلام کی آمد سے قبل یہاں کے علوم کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات رکھتے تھے۔ بلکہ بعض بعض لوگوں نے یہاں آکر تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ جب اسلام آیا اس وقت یہ مدرسے بڑی اچھی پوزیشن میں

تھے۔ اہل عرب کے کان ان کی آواز سے مانوس ہو چکے تھے۔

فارابی (دسمبر ۹۵۰ء) نے مدرسہ انطاکیہ اور حران کا تعارف اور ان کی خدمات کا ایک مختصر مگر جامع خاکہ پیش کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ "ظہور اسلام کے بعد مرکزیتِ علوم عقلیہ اسکندریہ سے انطاکیہ منتقل ہوگئی اور یہاں ایک زمانہ تک باقی رہی، حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا جب انطاکیہ میں صرف ایک معلم باقی رہ گیا، اس وقت اس سے دو آدمیوں نے (منطق و فلسفہ کی) تعلیم حاصل کی اور اپنے ساتھ بہت سی کتابیں لے گئے۔ ان میں سے ایک حرّانی تھا اور دوسرا مروی، مروی سے دو آدمی ابراہیم مروزی اور یوحنا بن حیلان مستفید ہوئے اور حرانی سے پادری اسرائیل اور قویری نے علم حاصل کیا اور بغداد گئے۔ اسرائیل کو دین سے دلچسپی ہوگئی اور قویری نے مزید تعلیم حاصل کرنی شروع کردی۔ ادھر یوحنا بن حیلان کو بھی دین ہی کے اندر انہماک ہوگیا۔ لیکن ابراہیم مروزی بغداد آکر فروکش ہوا تو متی بن یونان نے اس سے علم حاصل کیا۔ اور میں (فارابی) نے یوحنا بن حیلان سے علم سیکھا اور کتاب البرہان (تحلیلات ثانیہ) کے آخر تک اسی سے پڑھا۔"[۱۴]

اس اجمالی بیان سے اتنا تو واضح ہوگیا کہ علم منطق و فلسفہ کس طرح گھوم کر لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے اور اپنی ترویج و اشاعت کے لئے کس طرح راستہ ہموار کرتے رہے۔

خصوصیت | دور اول میں جتنے منطقی فرقے تھے سبھوں نے اپنی جولانیٔ فکر کے مطابق ایک ایسے گروہ کو تیار کیا تھا جو اس کے پیش کردہ فکر کے اصول و مبادی کی تشریح و توضیح اور اس کی نشر و اشاعت کرے اور یہ چیز تقریباً تمام تحریکات کے قائدین کے پیش نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر فرد اپنے مؤسس مذہب ہی کی فکر پر آئندہ کی عمارت کھڑی کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اس فکر کا ہر ورہ گروہ جیسا بھی کرے، ایک دوسری جماعت اسی فکر کو اپنا فکر قرار دے کر اس کی سمجھ یا غلط ترجمانی کرنے میں منہمک ہوجاتی ہے، جس کا محرک

یا تو خلوص ہوتا ہے یا ریا و نمود، بغض و عناد اور ایک منظم پروگرام کے تحت اس فکر کو مسخ کر دینے کی سازش ——— اور بعض صورتیں ایسی نکلتی ہیں کہ اخلاص کے محرک ہونے کے باوجود فکر کے اندر کسی مصلحت کی بنا پر معمولی سا تصرف کر لیا جاتا ہے، اور یہ معمولی سا تصرف غیر معمولی تبدیلیاں پیش کرتا ہے جو خدا کو جدا کر دیتی ہیں۔

مشائیت، رواقیت اور ابیقوریت میں سے ہر ایک کو رومی یونانی دور میں رواج حاصل تھا، ہر ایک کے مدرسے اور تعلیم گاہیں تھیں ان میں سے ہر ایک کی ترویج و اشاعت کی بڑی کوششیں کی گئیں۔ شروح و حاشیہ اور تفسیر و توضیح کے ذریعہ عام فہم بنایا گیا لیکن تقریباً یہ تمام کارنامے مندرجہ بالا نظریات کے پیش نظر انجام دی گئیں گویا یہ ائمہ فن کی تخلیقات کی تشریح و توضیح کا دور تھا جس میں صاحب تخلیق کے فکر کے موافق شرحیں لکھی گئیں اور ایسی شرحیں بھی معرض وجود میں آئیں جو مخالفت پر مبنی تھیں۔ حالانکہ ان شارحوں کو مخالفت مقصود نہیں تھی۔ بلکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر صاحب فکر کے بعض اصولوں میں تصرف ہوا اور وہ فکر مسخ ہو کر رہ گیا۔ پہلے ذکر کی ہوئی تینوں قسم کی شرحیں ہمارے اس کلی بیان کا آئینہ دار ہیں۔

(ب) ہندوستان

نالندہ کے اندر منطق کی تعلیم جس معیار پر ہوتی تھی اس پر پورا اُترنے کے بعد آدمی کو منطق کے اندر اتنا درک ہو جاتا تھا کہ وہ منطق پر مستقل تصنیف تیار کر سکے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے اندر جو نقص ہو اس کی اصلاح کر کے اس لائق بنا دے کہ لوگوں کے مزاج کے موافق بن جائے اور وہ اسے اپنا گمشدہ سرمایہ سمجھ کر گلے لگا لیں۔ چنانچہ یہ چیز ہیونسانگ اور اتسنگ کے بیانات سے صاف ظاہر ہے۔ ہیونگ سانگ کے بیانات کو سامنے رکھ کر یہ معلوم کر لینا قطعاً دشوار نہیں ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان علمی اعتبار سے

اس قدر ترقی کر چکا تھا کہ بیرون ممالک کے طلباء بھی یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ ہندوستان میں پڑھنے والے طلباء کی تعداد دو لاکھ بارہ ہزار سے بھی متجاوز تھی، جن اسکولوں میں ان طلبہ کو تعلیم دی جاتی تھی انھیں سے سب تو یقیناً اس طرح کے نہیں تھے، جن میں منطق کی باقاعدہ تعلیم ہوتی رہی ہو، لیکن وہ مدرسے جن میں اعلیٰ تعلیم کا بندوبست ہوتا تھا اور جن میں مذہبی علوم کے علاوہ بقیہ اور علوم پر بھی کچھ توجہ دی جاتی تھی۔ ان سب میں منطق کی تعلیم کو دوسرے علوم پر تقدم حاصل تھا۔ چنانچہ رائے بہادر اوجھا لکھتے ہیں:

" نیائے دوارتارک شاستر (ناگارجن کی تصنیف کردہ منطق کی تمہید) کے مطالعہ سے صحیح استدلال . . . . کی قوت پیدا ہوتی تھی "[۱۵]

ذیل میں اوجھا صاحب کی کتاب سے ایک لمبا اقتباس نقل کیا جا رہا ہے جس سے اس دور کی منطق کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آجائے گا۔ وہ رقمطراز ہیں ـــــــ " نیائے شاستر کا مصنف گوتم تھا، اس کے نیائے سوتروں کی شرح " باتسائن " نے کی۔ اور اس شرح کی تفسیر ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں " ادت کر " نے لکھی، یہ تفسیر نیائے شاستر کے علماء میں بہت مستند سمجھی جاتی ہے، " واسودتا " کے مصنّف " سوبندھو " نے " مل ناگ " " نیائے استھتی " " دھرم کیرتی " اور " ادت کر " ان چاروں مصنّفوں کا ذکر کیا ہے، قیاساً یہ سبھی ساتویں صدی کے آغاز میں ہوئے ہوں گے، " ادت کر " کی تفسیر " واچسپتی مسر " نے لکھی، اور تفسیر کی تفسیر مزید " اُدیناچارج " نے " تات پریہ پری شدھی " نام سے لکھی، ۹۸۴ء کے قریب ایک دوسرے " ادین " نے اپنی مشہور کتاب " کسمانجلی " لکھی اس میں اس نے نیائے شاستر کے اصولوں سے ایشور کا وجود ثابت کیا ہے، دنیا میں مسئلہ توحید پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اس کا بھی شمار ہے۔ " ادین " کا طرز استدلال اور اسلوب بیان نہایت عالمانہ اور حیرت انگیز ہے۔ اس میں اس نے " میمانسا " کے منافقانہ اصولوں اور ویدانتوں، سانکھیوں اور بودھیوں کے ستکار باد (علت میں معلول کا پہلے سے

موجود رہنا) کا کامل طور پر ازالہ کیا ہے، اس نے بودھ فلسفہ کی مخالفت میں بھی ایک کتاب "بودھ دھکار" لکھی، یہ سب کتابیں قدیم نیائے شاستر سے تعلق رکھتی ہیں۔

۶۰۰ء سے نیائے شاستر کے معتقدوں میں جین اور بودھ علماء نے بھی حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ان کا طرز استدلال قدیم طرز سے جداگانہ تھا۔ اس کی تکمیل آٹھویں صدی کے قریب ہوئی۔ اسے زمانۂ متوسط کا نیائے (منطق) کہتے ہیں۔ بودھ منطقی "دنگناگ" نے اس دائرہ (مکتبۂ فکر) کی بنیاد ڈالی۔ مذہب کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اسے نصاب تعلیم میں داخل کیا گیا، اسے ایسے نہج پر ڈھال لیا گیا تھا کہ منصبی امور میں وہ خلل انداز نہ ہو سکے اور چونکہ منطق کی بنیاد ہی ہندوستان میں اس لئے پڑی تھی کہ مذہب کے رموز و اسرار کو سمجھنے میں مدد ملے اور نجاتِ ابدی حاصل کرنے کے وسائل کو استدلال کے ذریعہ پہچان لیا جائے، اس لئے اس میں کسی خاص ترمیم کی بھی ضرورت نہیں پیش آئی ہوگی، بہر حال ہندوستانی منطق اس دور میں کمال کو پہنچ چکی تھی، اس کے بعد اس کا انحطاط شروع ہو گیا۔

نالندہ میں رہنے والے "دھرم پال" کے تلمیذ "دھرم کیرتی" نے ساتویں صدی میں "نیائے بندو" نام کی کتاب لکھی (چنانچہ تسنگ لکھتا ہے کہ "اچاریہ جن" کے بعد دھرم کیرتی نے منطق میں اصلاح کی) جس پر "دھرموترہ" نے ۸۰۰ء کے قریب ایک تفسیر مرتب کی۔ جین عالم "ہیم چندر" نے سوتروں کے طرز میں "پرمان میمانسا" لکھی ——— متوسلین کی زیادہ تر کتابیں اب لاپتہ ہیں۔ ہاں تبت میں بودھ نیائے سے متعلق کئی سنسکرت کتابوں کے تبتی ترجمے ملتے ہیں جن کی اصلیں حوادثِ روزگار کی نذر ہو گئیں۔[۴۲]

اصلی منطقی فرقہ "گوتم" کا تھا اس کے مقابلہ میں "کناد" کا فرقہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی بتایا جا چکا ہے، اس لئے لوگوں نے خصوصی طور پر گوتمی منطق ہی کی تشریح و تفسیر کو لائق اعتنا سمجھا۔

ہندوستانی منطق و فلسفہ اور یہاں کے مناطقہ و فلاسفہ کی مدح عرب سیاحوں اور

مؤرخوں نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ چنانچہ یعقوبی لکھتا ہے " سدھانت انھیں (ہندوستانیوں) کی ذہانت کا نتیجہ ہے جس سے یونانیوں اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا، ..... منطق و فلسفہ کے اندر ان کی تصنیفات ہیں "[43]

تیسری صدی کے ایک مؤرخ ابوزید سیرافی کا بیان ہے کہ " ہندوستان کے اہل علم برہمن کہلاتے ہیں اور ان میں شاعر بھی ہیں جو بادشاہوں کے درباروں میں رہتے ہیں اور جوتشی اور فلاسفر اور فال کھولنے والے اور بازی گر ہوتے ہیں اور یہ قنوج میں زیادہ ہیں جو " جوز "[44] کی مملکت میں بڑا شہر ہے "[45]

خصوصیت | اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں منطق کی شروح در شروح اور تفسیر در تفسیر لکھی گئیں۔ بعض بعض خامیاں جو اب تک چلی آرہی تھیں ان کا ازالہ کیا گیا، اور ایک نئے طرز پر استدلال کرنیوالوں کا ایک گروہ اسی زمانہ میں اٹھ کھڑا ہوا جس نے قدیم طریقے کی پیروی سے آزاد ہو کر منطق پر نظر ڈالی اور استنباط اور استخراج مسائل میں جدت پیدا کر دی، منطق کی تعلیم کے لئے مستقل بڑے ادارے قائم ہوئے اور طلبہ کو اس مضمون میں اچھی طرح ٹریننگ دی جاتی رہی۔

(ج) ایران

ایران کا تقریباً تمام فلسفیانہ علم حملۂ اسکندر کے وقت ضائع ہو گیا تھا اور ایک مدت تک طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا، اس وجہ سے ان علوم و فنون کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔

الی ان ملک " اردشیر بن بابک	یہاں تک کہ " اردشیر بن بابک ساسانی
من نسل ساسان	نے زمام حکومت سنبھالی، اور ہند و چین اور
فبعث الی بلاد الھند والصین	روم کے شہروں میں پائی جانے والی ایرانی

فی الکتب التی کانت قبلھم والی	کتابوں کو جمع کرنے کے لئے آدمی بھیجے
الشام ، ونسخ ماکان سقط الیھم	تو جو کچھ انھیں ملا اسے بادشاہ نے نقل کرایا
وتتبع بقایا یسیرۃ بقیت بالعراق	اور عراق کے اندر جو تھوڑا بہت باقی رہ گیا
۲۵	تھا اسے اس نے ڈھونڈھ نکالا۔

اور ساتھ ہی نہایت اچھے انداز پر تمام اہل ایران کو جماعتوں اور گروہوں میں بانٹ دیا تاکہ اہل سیاست کو انکا رتبہ اور مقام حاصل رہے، اہل زراعت کو اپنے کام سے کام ہو اور اہل علم کو اطمینان کے ساتھ علمی سرگرمیوں میں مصروف رہ کر ضائع شدہ علوم کی تلافی کا موقع مل سکے ——— اس کی تفصیل بیرونی کی زبانی سنئے:

ان اردشیر بن بابک عند تجدیدہٖ	اردشیر بن بابک نے ملک فارس کی تجدید
ملک فارس، جدد الطبقات،	کے وقت لوگوں کے طبقات از سر نو
وجعل الاساورۃ وابناء الملوک	قائم کئے، اساورۃ اور شاہی خاندان کو
فی اولھا، والنساک وسدنۃ	پہلے طبقہ میں رکھا، عباد، مغان اور علماء
النیران وارباب الذین فی	مذہب کو دوسرے میں، طبیبوں، نجومیوں
ثانیتھا، والاطباء المنجمین و	اور ہر قسم کے علماء کو تیسرے میں، اور
اصحاب العلوم فی ثالثتھا، والزراع	کاشت کاروں اور صنعت کاروں کو چوتھے
والصناع فی رابعتھا، علیٰ مراتب	میں اور ان میں سے ہر ایک میں بھی
فی کل واحدۃ منھا۔ ۲۶	بہت سے درجے متعین کئے۔

اب علماء، فلاسفہ اور مناطقہ کو اپنی جولانی طبع دکھانے کا سنہری موقع نصیب ہوا۔ اور علمی خدمات کا سلسلہ آنے والے تمام بادشاہوں نے بڑی دلدہی کے ساتھ انجام دیا۔ جیسا کہ ابن ندیم رقمطراز ہے:

فعل ذالک من بعدہٖ ابنہ	اردشیر کے بعد اس کے بیٹے سابور نے

سابور حتی نسخت تلک الکتب کلھا بالفارسیۃ ..... ثم ..... من بعدھا کسریٰ انوشروان ابنہ کانت فی العلم ومحبتہ ۲۷	اس کام کو انجام دیا حتیٰ کہ تمام کتابیں فارسی زبان میں نقل کر لی گئیں پھر ان دونوں کے بعد کسریٰ انوشیروان نے اس کام کا بیڑا اٹھایا کیونکہ وہ علم کو بام عروج پر پہنچانا چاہتا تھا اور اس سے بڑی الفت رکھتا تھا۔

سابور نے کتابوں کے نقل کرانے ہی پر اکتفا، نہ کیا بلکہ ایک بہت بڑے ادارہ کو بھی قائم کیا جو مدرسۂ جندیسابور کے نام سے مشہور ہوا، اس کے اندر جس طرح بڑے بڑے اطباء ہر وقت موجود رہتے تھے اسی طرح بڑے بڑے منطقی بھی موجود تھے جو قدیم ایرانی منطق پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ غالباً دوسری قوموں کی منطق پر بھی اچھی دسترس رکھتے تھے، یا پھر "نصیبین" (جو منطق کا گہوارہ تھا) ہی میں کچھ ایسے علماء وفضلاء موجود تھے جنھوں نے دوسروں کی منطق کے نقل وترجمہ کا کام انجام دیا ہو۔ کیونکہ ہمیں چند ایسی یونانی منطقی کتابوں کا پتہ ملتا ہے جو اسلام کی آمد سے بہت پہلے فارسی زبان میں منتقل کر لی گئی تھیں۔ جیساکہ ابن ندیم کا بیان ہے:

وقد کانت الفرس نقلت فی القدیم شیئاً من کتب المنطق والطب الی اللغۃ الفارسیۃ ۲۸	فارسیوں نے عہد قدیم ہی میں منطق اور طب کی بعض کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کر لیا تھا۔

جب بہت سے حکماء پر عیسائی روم کی جانب سے عتاب ہوا تو انھوں نے بھاگ کر کسریٰ ہی کے دربار میں پناہ لی اور کسریٰ نے انھیں علمی کاموں میں لگا دیا، بہت کچھ ممکن ہو کہ انھیں کے واسطے سے یہ کتابیں بزبان فارسی نقل کر لی گئی ہوں۔ چنانچہ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ــــــ

"جس وقت نسطوری پادری، حکومتِ مشرقی سے نکالے گئے تو انھوں نے عراق عرب میں

مقام "اڈیسا" پر ایک مدرسہ قائم کیا جس کے ذریعہ علوم یونان کی اشاعت ایشیا میں ہونے لگی، جب "زینوایساری" (رومی شہنشاہ) نے اڈیسا کو غارت کیا۔ اس وقت ان علماء کو ملوک ساسانیہ نے اپنے دربار میں بلالیا اور اس کے بعد ہی "جسٹینین نے (۵۲۹ء میں) اتھینس اور اسکندریہ کے مدارس کو بند کر دیا تو یہاں کے اساتذہ ایران میں جمع ہو گئے، اور ان اساتذہ نے کتب یونان کو جن میں ارسطو اور جالینوس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی تصنیفات شامل تھیں، سریانی اور کلدی وغیرہ مشرقی زبانوں میں جو اس وقت مروج تھیں، ترجمہ کیا۔ ص۱۹

بہرحال ایک طرف تو علوم منطق و فلسفہ اور طب کی توسیع کے لئے مدرسہ کھلوایا گیا اور بڑے بڑے علماء کی ایک ٹیم محض اس مقصد سے تیار کرلی گئی کہ وہ ان فنون کو عہد قدیم کی طرح اعلیٰ پیمانے پر دنیا کے سامنے پیش کریں اور دوسری طرف حفظ ماتقدم کے طور پر تمام قسم کے علوم کو ایک مضبوط قلعہ کے اندر محفوظ کر دیا تاکہ اب سکندر کی طرح کوئی علوم ایران کو نہ مٹا سکے، چنانچہ ابن ندیم لکھتا ہے:

فلما وصلوا المستودع علومھم	(ہند، چین اور روم کے اندر) ان کے محفوظ
طلبوا لھا من بقاع الارض اصحا	علوم، جب انھیں واپس مل گئے تو انھوں
تربۃ .... فجاؤا الی قھندز	نے ایک بہترین جگہ کو تلاش کیا۔ انھیں
ھو فی داخل مدینۃ جی (من	"قہندز" سب سے اچھی جگہ ملی جو "اصفہان"
اصفھان) فاودعوا علومھم	کے مدینہ جی میں پڑتا ہے انھوں نے ہر قسم
وبقی الی زماننا ھذا، وذالک	کے علمی سرمایہ کو یہیں محفوظ کر دیا اور وہ ہمارے
انہ لما کان قبل زماننا	زمانے (چوتھی صدی ہجری کے اواخر) تک
تھدمت من ھذہ المصنع ناحیۃ	باقی رہا، پھر ہوا یہ کہ آج سے کچھ دنوں پہلے
فوجد فیہ کتبا کثیرۃ	اس عمارت کا ایک گوشہ منہدم ہو گیا
من کتب الاوائل مکتوبۃ کلھا	تو لوگوں کو پہلے لوگوں کے تمام قسم کے

فی لحاء التوز مودعۃ اصناف	علوم کی بہت سی کتابیں توز کے چھلکے
علوم الاوائل بالکتابۃ الفارسیۃ	پر قدیم فارسی زبان میں لکھ کر محفوظ
القدیمۃ۔ ۵	کی ہوئی ملیں۔

اسی خزانے میں سے بعض کتابوں کے بارے میں اپنا عینی مشاہدہ دوسری جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

ایئت انا بالمشاهدۃ....	میں نے چند پھٹی پرانی کتابوں کو دیکھا جو
کتبا منقطعۃ اصیبت باصفہان	اصفہان میں ملی تھیں اور یونانی زبان
.... وکانت بالیونانیۃ	میں تھیں، یوحنا وغیرہ جیسے مترجمین نے
فاستخرجھا اصل هذا الشان	ان کا ترجمہ کر دیا ہے۔
مثل یوحنا وغیرہ ۵	

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اس دور میں ایران کے اندر یونانی علوم کو اچھا خاصا مقام حاصل ہو چکا تھا اور جس طرح ایرانی منطق کو پڑھا پڑھایا جاتا اور تقریر و تحریر کا موضوع بنایا جاتا تھا، اسی طرح یونانی منطق سے بھی استفادہ کیا جاتا تھا۔

"حران" کے صابی جو عوام ایران کے دلدادہ تھے، حرآن پر یونانی فلسفہ کی چھاپ پڑنے سے پہلے، انھوں نے خالص ایرانی منطق، فلسفہ، ہئیت اور طب وغیرہ کو بڑا فروغ دیا تھا، غالباً انھیں کی کوششوں کی بنا پر وہ ایرانی علمی سرمایہ ایک زمانے تک محفوظ رہا جس کی مدد سے "بوعلی سینا" اور پھر "شیخ الاشراق" نے "الحکمۃ المشرقیہ" اور "حکمۃ الاشراق" تیار کی۔

خصوصیت | اس دور میں منطق کو جس قدر بھی فروغ ہوا، غالباً شرحی اور تفسیری نقطہ نظر سے کوئی ایسا کام نہیں ہوا جو ہندوستانی منطق کی شرحوں اور یونانی منطق کی تفسیروں کے مقابلہ میں کوئی اہمیت رکھتا ہو، چونکہ حوادثِ روزگار نے یہاں کی ساری علمی متاع کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس وجہ سے کوئی صحیح رائے ان کی منطقی ذہنیت کے سلسلے میں لگانا جوئے شیر

اس سے کم نہیں، لیکن اس میں البتہ کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس دور کی ایرانی منطق زیادہ تر یونانی منطق سے متاثر ہونے لگی تھی، اور آخر کار مخلوط ہونے کے بعد وہ دن بھی اس پر گذرا جب یہ اپنا وجود کھو بیٹھی۔

حوالجات

۲۱۔ اخبار الحکماء صہ ۵۰

۲۲۔ الفہرست صہ ۱۷۴

۲۳۔ تاریخ ابن خلدون مع تعلیق شکیب ارسلان ج ا صہ ۲۸۵

۲۴۔ اخبار الحکماء ص ۲۳۲، ۲۳۳

۲۵۔ طبقات الاطباء ج ۲

۲۶۔ زبدۃ الصحائف صہ ۳۵

۲۷۔ الفہرست صہ ۲۵۶

۲۸۔ اخبار الحکماء صہ ۸۶

۲۹۔ تاریخ فلسفہ ص ۷۴، ۷۵، ۷۶

۴۰۔ زبدۃ الصحائف صہ ۳۸

۴۱۔ طبقات الاطباء ج ا

۴۲۔ قرون وسطی ... صہ ۱۰۴، ۱۰۵

۴۳۔ تاریخ ابن واضح یعقوبی ج ۲ صہ ۱۰۵ بحوالہ عرب ہند کے تعلقات صہ ۱۲۹

۴۴۔ جوزکی تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو مقالات سید سلیمان ندوی ج ا

۴۵۔ تاریخ سیرافی صہ ۱۲۷ بحوالہ عرب و ہند کے تعلقات صہ ۱۲۹

۴۶۔ کتاب الہند صہ ۴۸

۴۷۔ الفہرست صہ ۳۲۴

۴۸۔ 〃 صہ ۳۲۷

۴۹۔ تمدن عرب (ترجمہ سید علی بلگرامی صہ ۴۹۸

۵۰۔ الفہرست صہ ۳۲۵

۵۱۔ 〃 صہ ۳۲۶

نوٹ :۔ حوالہ ۲۱ تا ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء کے ہیں جو درج ہونے سے رہ گئے تھے۔ حوالہ ۲۷ تا ۵۱ اس آخری قسط سے متعلق ہیں (منیجر)